مولانا محمد حنیف ندوی

ایک آیت

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْکٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۵۱)

اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ اعمال کا سودا ہو گا اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے گی اور اس سے انکار کرنے والے ظالم ہیں۔

اسلام بھی عجیب مذہب ہے جو مذہب بھی ہے اور زندگی بھی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور درجاتِ روحانی میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا ذریعہ بھی ہے اور دنیا میں رہ کر بہتر اور بامقصد زندگی گزارنے کا طریق اور اسلوب بھی۔ اور لطف یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ یعنی نہ تو دنیا کو دین کی خاطر ترک کرنے کی اس نے تعلیم دی ہے اور نہ یہ کہا ہے کہ صرف دنیا اور اس کے لذائذ ہی کا نام زندگی ہے۔ دونوں گوشے ایک ہی حقیقت کا پرتو ہیں۔ اچھی دنیا، آخرت اور دین سے بے نیاز رہ کر تعمیر نہیں کی جا سکتی، اور صحیح دین کی بنیادیں دنیا کے تقاضوں سے الگ تھلگ رہ کر استوار نہیں ہو پاتیں۔ یہی وجہ ہے اس میں ایسی انفرادی زندگی کے لیے کوئی گنجائش نہیں جس میں ایک شخص معاشرے کی ضروریات سے بے خبر اپنے ہی دامن میں ثروت و آسائش کے انبار سمیٹتا چلا جائے اور یہ نہ دیکھے کہ اس کی دولت میں، اس کی آسائشوں میں اور اس کی گراں قدر تخلیقی صلاحیتوں میں دوسروں کے لیے بھی استفادہ کے مواقع ہیں اور دوسروں کا بھی اس میں باقاعدہ حصہ ہے۔ اسلام جس معاشرہ کی تعمیر کرنا چاہتا ہے، اس میں فرد و معاشرہ کا اتحاد بہت ضروری ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ فرد کی روحانی، ذہنی اور جسمانی ترقی کے لیے ان تمام ذرائع اور اسباب سے کام لے جن سے فرد کو روزی ملے، تعلیم ملے اور فکر و تصور کی تابش و ضیا کے مواقع میسر ہوں۔ اسی طرح فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو معاشرہ کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں بروئے کار لائے۔ انفاق، جس کی اس آیت میں تلقین کی گئی ہے اسی تعلیم کا جزوِ لاینفک ہے۔

یوں تو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی تعلیم قریب قریب تمام مذاہب والدیان نے دی ہے لیکن اس کو ایسا فرض صرف اسلام نے گردانا ہے جس کے بارے میں عند اللہ قیامت کے روز باز پرس ہوگی۔ اور یہ وہ وقت ہوگا جب نہ تو کسی کی یاری دوستی کام آئے گی اور نہ بے جا سفارش کوئی فائدہ پہنچا سکے گی۔ اور نہ یہ ہو سکے گا کہ کوئی دھونس اور دھاندلی سے اپنی برائیاں کسی کے سر منڈھ دے اور کسی کی نیکیاں اپنے کھاتے میں ڈال لے۔ اس طرح کا کوئی کاروبار یہاں نہ چل سکے گا۔

ارشاد باری ہے کہ اس گھڑی کے آنے سے پہلے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کر لو ورنہ عدم انفاق کی صورت میں ارتکاب کفر کا اندیشہ ہے۔ یعنی یہ لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں کہ جو نعمتیں اللہ نے انھیں دی ہیں، اس میں اللہ کے ان بندوں کا حصہ ہے جو معذور ہیں، غریب ہیں اور مفلس ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ کفر کی یہ نوعیت بہت ہی ظالمانہ ہے۔

انفاق سے متعلق قرآن حکیم نے مفصل ہدایات دی ہیں۔ جن میں پہلی بات یہ ہے کہ یہ فعل خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے ہونا چاہیے، اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے نہیں۔ دوسرا اہم نقطہ یہ ہے کہ انفاق ہر اس شے میں سے ہونا چاہیے جو مرزوق ہو، اور اس میں جہاں مال و دولت یا مادی اشیا داخل ہیں وہاں وہ دولت بھی شامل ہے جو معنی سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اگر تمھیں علم کی نعمت سے مالا مال کیا ہے تو اس کا اظہار تعلیم اور انفاق بھی ضروری ہے۔ انفاق کا یہ حکم عام ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ صرف بقدر واجب ہی فرض ہے۔ جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی خو پیدا کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ خرچ کرنے کے بارے میں آخری سوال یہ ہے کہ کتنا خرچ کرنا چاہیے۔ اس کا کوئی ایسا متعین جواب نہیں دیا جا سکتا جو سب کے لیے موزوں اور قابل قبول ہو۔ کیونکہ اس کا تعلق ایک شخص کے ورخیبات اور معاشرہ کی ضروریات اور تقاضوں سے ہے۔ کبھی اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ انسان فالتو اور زائد دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ کبھی حالات اور طبیعت کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ اپنی آدھی دولت لٹا دے اور کبھی یہ کہ حضرت صدیق کی طرح اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں نچھاور کر دے۔